فقہی اختلافات کی حقیقت

محمد فاروق اکرم

فقہی اختلافات کا بڑا حصہ دراصل صحابہ کرام ہی کے اختلاف پر مبنی ہے۔

اختلافات کے بارے میں قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بہترین توجیہ:

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو اختلافات آج بظاہر ائمہ مجتہدین کی طرف منسوب ہیں ان اختلافات کا ایک بڑا حصہ دراصل صحابہ کرام کے اختلاف پر مبنی ہے، اور انہی سے منتقل ہو کر اختلافات کا یہ قصہ تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد کے طبقات میں پہنچا۔ اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ان اختلافات کے متعلق سوال بھی ابتداء ہی میں اٹھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حقیقی بھتیجے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر جن کا شمار ان سات آدمیوں میں تھا جو فقہ اور حدیث کی تاریخ میں فقہاء سبعہ کے نام سے مشہور ہیں، انہی کا قول کتابوں میں یہ نقل کیا جاتا ہے کہ:

"لقد نفع اللہ باختلاف اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اعمالھم لا یعمل العامل بعمل رجل منھم الا رای انہ فی سعۃ ورای ان خیر امنہ قد عملہ" ۲

ترجمہ: یعنی نبی کریم ﷺ کے صحابیوں کے جو اختلافات ان کے اعمال میں تھے خدا نے ان سے یہ نفع پہنچا دیا کہ مسلمانوں میں سے جو کوئی صحابیوں میں سے کسی صحابی کے طرز عمل کے مطابق عمل کرتا ہے وہ اپنے آپ کو گنجائش میں پاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جو کام کیا ہے وہ ایسا کام ہے جسے اس سے بہتر آدمی نے کیا تھا۔

ان اختلافات میں خداوند کریم نے افادہ کا جو پہلو پیدا کر دیا ہے اس کی کتنی بہترین پاکیزہ توجیہ حضرت قاسم نے فرمائی، یعنی اس اختلاف کی وجہ سے ہر مسلمان اب عمل کے ہر پہلو کے لئے اپنے سامنے

☆ بیع بالقاء الحجر: بائع یا مشتری کہے اگر میں نے مبیع پر پتھر پھینک دیا تو ہم میں (ہمارے درمیان) بیع ہو گی۔ ☆

ایک ایسانمونہ رکھتا ہے جو بہر حال اس سے بہتر شخص کا ہے۔صحابہ کرام کے اختلاف پر تو خیر یہ بات صادق بھی آتی ہے ہم عامیوں کے لئے یہی حال آئمہ کے اختلافات کا ہے کہ امام مالک نہ سہی امام ابوحنیفہ کا تو عمل ہے یا امام شافعی کا نہ سہی امام احمد بن حنبل کا تو عمل ہے اور ہم سے تو بہر حال سب ہی بہتر اور خیر ہیں۔اس احساس کے بعد آدمی اپنے آپ کو اگر اس گنجائش میں پائے جس کی طرف حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر نے اشارہ فرمایا ہے تو آپ ہی بتائے کہ اس کے سوا اس کا دوسرا احساس اور ہو ہی کیا سکتا ہے۔اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا:

"ای ذلک اخذت به لم یکن فی نفسک منه شئی" ۳۔

ان اختلافات میں سے جسے بھی تم اختیار کرلو تو چاہیے کہ پھر تمہارے جی میں کھٹکا نہ رہے۔

اختلافات کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بلند نظریات:

اسی زمانے میں خدا نے مسلمانوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جیسا خلیفہ دیا جسے معلم العلماء کا خطاب اپنے زمانے کے علماء سے ملا تھا۔اس باب میں ان کا نقطہ نظر تو اتنا بلند تھا کہ اعلانیہ فرماتے تھے کہ "ماحب ان لم یختلفوا" یعنی اگر صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف نہ ہوتے تو یہ میرے لیے ناگوار بات ہوتی۔اس قدر نہیں، وہی یہ بھی فرماتے ہیں:

"مایسرنی ان لی باختلافهم حمر النعم" ۴۔ یعنی سرخ اونٹ مجھے اتنا مسرور نہیں کرسکتا جتنا کہ ان کے اختلاف سے میں مسرور ہوں۔اپنے اس خیال کی توجیہہ وہ بھی یہی کیا کرتے تھے "لانه لو کان قولا واحدا کان الناس فی ضیق" ۵۔ یعنی ان امور میں ایک ہی فتوی ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔

اسلام مختلف اقوام وامم اور ممالک واقالیم پر اپنے آپ کو جن وجوہ سے منطبق پاتا ہے ان میں ایک بڑا اہم عنصر مسائل کا یہ اختلاف بھی ہے۔حضرت عمرؓ سے یہ بھی منقول ہے' آپ فرماتے ہیں' الدارمی میں ہے:

"لواجتمعوعلی شی فترکه ترک السنة 'ولواختلفوافاخذ رجل بقول احداخذ السنة" ۶۔ یعنی اگر ایک ہی بات پر وہ صحابہؓ متفق ہوجاتے تو اس بات کا چھوڑنا سنت کا چھوڑنا ہوجاتا اور جب وہ مختلف ہوجاتے تو ان میں سے جس کسی کے قول کو کوئی اختیار کرلے گا سمجھا جائے کہ سنت ہی کو اس نے اختیار کیا۔

☆ توکیل: جس تصرف کا خود مالک ہے غیر کو اس تصرف میں اپنے قائم مقام کردینا ☆

آپ ہی سے یہ منقول ہے کہ:''وانهم ائمة يقتدى بهم فلو اخذ بقول رجل منهم كان فى سعة ''۷۔یعنی ایسے پیشوا ہیں جن کی اقتدا کی جاتی ہے پس ان میں سے جس کے بھی قول کو اختیار کرلے گا وہ گنجائش میں رہا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس خیال کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا۔سنن دارمی جیسی مستند کتاب میں ہے:

''قلت لعمر بن عبدالعزيز لو جمعتَ الناس على شىء ''۸۔یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کاش! آپ لوگوں کو ایک ہی مسلک پر متفق کردیتے۔

جن کی نگاہوں میں گہرائی نہ تھی،دین کی بہی خواہی ان کو اتفاق میں نظر آئی لیکن جو مسلمانوں کا امیر اور قائد تھا اور تاریخ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نچلے جانشینوں میں جسے شمار کیا جاتا ہے اس نے اتفاق کے اس خیال کے جواب میں مسلمانوں سے کیا کہا؟ فرمایا مسلمان اگر مختلف نہ ہوتے تو یہ بات مجھے اچھی نہ لگتی۔

ہر ملک کے باشندے اس کے مطابق فیصلہ کریں جن پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو:

لیکن بجائے اس کے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حکومت کی طرف سے مسلمانوں میں یہ فرمان جاری کیا جیسا کہ الدارمی میں ہے:

''ثم كتب الى الآفاق اوالى الامصار ليقضى كل قوم بمااجتمع عليه فقهاؤهم'' ۹۔یعنی پھر انہوں نے اپنے تمام محروسہ ممالک کے ارباب بینش ودانش کے نام یہ فرمان لکھوا بھیجا:''چاہیے کہ ہر ملک کے باشندے اس کے متعلق فیصلہ کریں جس پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو۔''

ظاہر ہے کہ اس اتفاقی (متفقہ) فیصلہ کے مطابق عمل کرنے کا یہی مطلب ہوا کہ مختلف علاقوں کے فقہاء میں جو اختلاف تھا اس کے باقی رکھنے کا انہوں نے فرمان نافذ فرمایا تھا اسی قسم کے قول سے:

''من لم يعرف الاختلاف لم يشم الفقه بانفه'' ۱۰۔جسے اختلاف کا علم نہیں،اس نے اپنی ناک سے فقہ کو سونگھا ہی نہیں۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔یا سعید بن عروبہ کہتے تھے:

''من لم يسمع الاختلاف فلاتعده عالماً'' ۱۱۔یعنی جس نے اختلاف نہیں سنے ہیں،اسے تم عالم

نہ شمار کرو۔

قبیصہ بن عقبہ بیان کرتے تھے "لایفلح من لایعرف اختلاف الناس" ۱۲۔ یعنی وہ کامیاب نہیں ہوسکتا جو اختلاف سے واقف نہیں ہے۔ ان سب میں اختلاف کی وہی اہمیت جتائی گئی ہے جس نے ایک بڑے عظیم نفع کے دروازہ کو مسلمانوں پر وا کردیا ہے۔ اس لیے بزرگوں سے منقول ہے جیسا کہ ایوب سختیانی کا بیان ہے:

"امسک الناس عن الفتیا اعلمھم باختلاف العلماء" ۱۳۔ یعنی حکم لگانے میں جلدی نہ کرنے والا وہی ہوسکتا ہے جو علماء کے اختلاف سے زیادہ واقف ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کے استاد ابن عیینہ کا قول تھا:

"اجسر الناس علی الفتیا اقلھم علماً" ۱۴۔ یعنی فتوی دینے میں زیادہ جری وہی ہوسکتا ہے (یعنی کسی چیز کے بارے میں قطعی حکم لگادینا کہ یہ حلال ہے یا حرام) جو انتہائی کم علم ہوگا۔

اور سچ تو یہ ہے کہ جن بزرگوں کی تربیت و پرداخت نبوت کبری کی براہ راست نگرانی میں ہوئی تھی انہوں نے اپنے اختلافات میں بھی اتفاق کا ایک ایسا رنگ شروع ہی میں پیدا کردیا تھا کہ بجز نفع کے ان اختلافات پر کوئی دوسرا نتیجہ ہی کیا مرتب ہوسکتا تھا' صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کرکے الشاطبی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

"انما اختلفوا فیما اذن لھم من اجتھاد الی الرای والاستنباط من الکتاب والسنة فیما لم یجدوا فیه نصاً واختلف فی ذلک اقوالھم فصاروا محمودین لانھم اجتھدوا فیما امروا به۔ ۱۵۔

یعنی وہ انہی باتوں میں مختلف ہوئے جن میں اپنی رائے سے اجتہاد کرنے کا انھیں حکم ملا ہوا تھا' یہ کہ جن حوادث کے متعلق نص میں کوئی صراحت نہ ملے تو کتاب وسنت سے استنباط کریں اور اس میں ان کے اقوال وآراء مختلف ہوگئے اور وہ اپنے اس اختلاف میں مستحق مدح وستائش ہیں کہ جس بات میں انھیں حکم اجتہاد کا دیا گیا تھا ان ہی کے متعلق انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔

اور یہی سیدھی سادی بات تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اختلافات کے ان قصوں کو نہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہ میں قرآنی مطالبات سے متجاوز سمجھا گیا اور نہ اس کے بعد قرآن کی خلاف ورزی کا الزام ان پر عائد کیا گیا' بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے سچے خیرخواہوں نے اسی کو خیر ٹھہراتے ہوئے ان کے منافع

☆خیار شرط: کسی چیز کو خریدتے وقت لینے یا نہ لینے کا اختیار رکھنا☆

کے پہلوؤں کومختلف طریقوں سے اجاگر کرنے کی کوشش کی۔اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اکابرِ ملت کے جوخیالات ان اختلافات کے باب میں تھے ان کی ایک طویل فہرست پہلے درج ہوچکی ہے۔اس عہد کے بعدبھی ارباب نظر کے سامنے اوربھی عجیب وغریب نکات آتے رہے۔مثلاً خبرالخاصۃ کی حدیثوں کی بنیاد پرجواختلافات مسلمانوں کی عملی زندگی میں پائے جاتے ہیں یعنی کوئی اپنی نمازوں میں رفع الیدین کرتا ہے' کوئی نہیں کرتا' آمین کے الفاظ کوئی ب آواز بلندادا کرتا ہے اورکوئی اس دعائیہ کلمہ کوخفیہ ادا کرنا بہتر سمجھتا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ اوراس قسم کے دیگر اختلافات ان مختلف آثار اوراخبار کے نتائج ہیں جوان مسائل کے متعلق خبرالخاصۃ (ایسی خبرواحد جوتلقی بالقبول کے ذریعے خاص ہوگئی) کی راہوں سے مسلمانوں میں پہنچے۔

اختلاف عمل رسول اللہ ﷺ کی محبت کا اقتضاء:

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تونسل انسانی میں جوسراپا محمد ستودہ صفات بنا کر پیدا کیا گیا تھا' ایسا ستودہ صفات کہ شاعر النبی ﷺ کا مشہور نعتیہ مصرعہ ''کانک قدخلقت کماتشاء'' یعنی آپ اس طرح پیدا کیے گئے جیسا کہ آپ چاہتے تھے' شعرہی نہیں بلکہ واقعہ اورحقیقی واقعہ تھا' ظاہر ہے کہ جوایسا ہوٗاس کے ہرفعل اور ہرفعل کے ہرپہلوکوابدتک اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنے کے لیے اگر قدرت نے یہ کیا کہ کسی نہ کسی جماعت یافرد کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اسی کووہ اختیار کرے تومحبت کا اقتضاء اس کے سوااورکیا ہوسکتا ہے؟ مثلاً جونماز میں رفع الیدین کرتے ہوئے خدا کے سامنے جھکتا اوراٹھتا ہے وہ بھی اسی کے فعل کے جلوے کوخدا کے سامنے پیش کررہا ہے جسے خدا چاہتا ہے' اورجواس عمل کے بغیر اپنی نمازیں ادا کرتا ہے وہ بھی وہی کرتا ہے جومحبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔

ہرمسئلہ کے دوپہلوہوتے ہیں ایک سہل اورایک دشوار' امام عبدالوہاب شعرانی کا نظریہ المیزان:

شیخ ہی کے غالی عقیدت مندوں میں سے ایک صوفی علامہ عبدالوہاب شعرانی گزرے ہیں' انہوں نے توایک دومسئلوں ہی میں نہیں بلکہ شریعت کے تمام ابواب وفصول' مسائل وجزئیات کے اس قسم کے اختلافات سے نفع اٹھاتے ہوئے ان کوایک مستقل نظام میں ڈھال دیا ہے' ضخیم بڑی بڑی کتابیں انہوں نے اپنے اس نظام نوکوپیش نظررکھ کرتالیف کی ہیں' سب کا حاصل یہ ہے اختلاف مسائل کے

جس بھی مسئلہ کولیا جائے اختلاف کے یہی معنی ہیں کہ بجائے ایک پہلو کے اس میں دو پہلو پیدا ہوتے ہیں عام طور پر ان دو پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کو ترجیح دینے کی کوشش کی جاتی، لیکن شیخ بجائے ترجیح کو یہ کہتے ہیں کہ ان پہلوؤں پر غور کرو یقیناً عمل کرنے والوں کے لیے ان میں کوئی پہلو نسبتاً دشوار ہوگا اور کوئی آسان وسہل، اور یہی حال عمل کرنے والوں کا بھی ہے، یعنی وہ قوی ہوں گے یا ضعیف، پس دشوار پہلو کے متعلق سمجھا جائے کہ اس کا تعلق قوت والوں سے ہے اور جو پہلو اس فعل کا آسان وسہل ہو سمجھا جائے کہ اس کا تعلق کمزوروں اور ضعیفوں سے ہے۔ مثلاً مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے یا نہیں، فقہاء کا اس میں اختلاف ہے، امام شعرانی کہتے ہیں کہ مالی حیثیت سے جو ضعیف اور کمزور ہو، چاہیے کہ وہ اس پہلو کو اختیار کرے کہ دباغت سے مردار کی کھال پاک ہوجاتی ہے ورنہ غریب کی بکری بھی مفت مرگئی اور کھال سے کچھ فائدہ اٹھا سکتا تھا اس سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ لیکن خدا نے جسے دولت وثروت دی ہے اس کی ضرورت مردار کی کھال بیچنے پر اٹکی ہوئی نہیں ہے، چاہیے کہ وہ عدم طہارت کے پہلو کو اختیار کرے۔ امام شعرانی نے اختلافات کے سارے ابواب کو اسی اصول پر مرتب کردیا ہے۔ اپنے اس نظریہ کا نام انہوں نے المیزان رکھا ہے، مسئلہ اور اس کے مختلف پہلوؤں پر عمل کرنے والوں کی مختلف حیثیتوں کی طرف رجوع کرکے آخر میں "فرجع الامر الی مرتبتی المیزان" لکھ دیتے ہیں، یعنی بات میرے مقررہ میزان پر تل کر یوں پلٹ گئی۔

اختلافات فطری اور لازمی ہیں:

بہرحال اختلافات کے ان قصوں میں مسلمانوں کو بجائے کسی ضرر ونقصان کے ہمیشہ اس قسم کے منافع وفوائد پوشیدہ نظر آئے، وہ جانتے تھے کہ اختلافات انسان کی اس مضبوط زندگی کی ان خصوصیات کا لازمی اور قدرتی نتیجہ ہیں جن کے ساتھ متصف ہوکر انسان اس دنیا میں پیدا ہوا ہے۔ شریعت کا وہ ذخیرہ جو شیوع عام اور استفاضہ کی راہ سے امت میں منتقل ہوا ہے، اس ذخیرہ کو الگ کردینے کے بعد "تلقی بالقبول والی خبر واحد" والی چیزیں ہوں یا قیامت کو پیش آنے والے الحوادث والنوازل کا وہ لامحدود سلسلہ ہو جن پر حکم لگانے کا کام اجتہاد واستنباط کے ملکہ رکھنے والی ہستیوں کے سپرد خود شریعت اور شارع نے کردیا ہے، شریعت کے اس حصہ کے متعلق کیا یہ ممکن تھا کہ ہر ایک اسی نتیجے پر پہنچے جس

☆ بیع ملامسہ: بائع یا مشتری کہے کہ اگر میں نے تجھے یا تیرے کپڑے کو چھولیا تو ہمارے درمیان بیع ہوگی☆

پر دوسرا پہنچا ہو؟

آدمی کا حال یہ ہے کہ باوجود آدمی ہونے کے نہ کسی کی صورت کسی دوسرے کی صورت سے ملتی ہے نہ آنکھیں ملتی ہیں نہ ناک ملتی ہے انتہا یہ ہے کہ ایک کی آواز دوسرے کی آواز سے ایک کی چال دوسرے کی چال سے بھی الگ ہوکر پہچانی جاتی ہے اور یہ ''فی ای صورۃ ماشاء رکبک'' یعنی ''جس صورت کے ساتھ چاہا تجھے جوڑ دیا'' کے ارادہ قاہرہ کا حیرت انگیز تماشا ہے جو حال ظاہر کا ہے یہی اور بجنسہ یہی حال باطنی صفات وجذبات عواطف اور میلانات کا بھی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ لاکھوں لاکھ اشتراکی نقاط کے باوجود تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ دو آدمیوں کی طبیعت بالکلیہ ہر جہت اور ہر لحاظ سے ایک نہیں ہوتی اور جب واقعہ کی یہی صورت ہے تو شریعت کے جس حصہ کی توضیح وتشریح اور تحقیق وتنقیح اور ان مختلف روایات کی جو ''تلقی بالقبول والی خبر واحد'' کی راہوں سے مروی ہوتی ہیں ان کے متعلق تطبیق وترجیح وغیرہ کے کاروبار کو امت کے سپرد کر دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ اختلافات کا رونما ہونا ان میں ایک قدرتی بات تھی' بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بالفرض اگر یہ کام بھی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے انجام دے دیا جاتا تو جب بھی کیا اختلافات کے یہ دروازے بند ہو سکتے تھے؟ ایک ہی بات کے سمجھنے میں جب سب برابر نہیں ہو سکتے' اور نہ ہوتے ہیں' خود پیغمبر علیہ السلام نے ''رب حامل فقه غیر فقیه'' ٦١ (بسا اوقات فقہ کے حامل خود اس کے سمجھنے والے نہیں ہوتے) والی مشہور حدیث میں فہم کے مختلف مدارج کی طرف اشارہ فرمایا ہے' اس علم کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سننے والوں کو مختلف قسم کی زمینوں کی شکل میں جو تقسیم فرمایا ہے اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ایک ہی بات سمجھنے میں سب برابر نہیں ہوتے ہیں۔ پھر اگر شریعت کے سارے کلیات اور جزئیات کو قطعی' صریح اور واضح نصوص کی شکل بالفرض اگر عطا کر بھی دی جاتی' اور جو چیز عادۃً ممکن ہے اور واقع بھی ہو جاتی' تو فہموں کے اس اختلاف سے مختلف لوگوں کے نکالے ہوئے نتائج جن میں بتایا گیا ہے کہ خدا چاہتا تو افراد انسانی کو بھی ایک ہی امت بنا دیتا' آخر حیوانات نباتات جو وحدت کے اسی رنگ کو قائم کیے ہوئے ہے ہاتھیوں کی ایک امت ہے' طوطوں کی ایک امت ہے' سب کا کھانا پینا رہنا سہنا اور سب کے احساس وادراک کا ایک حال ہے' جس نے یہ کر دکھایا ہے' کیا آدمی میں اس رنگ کو پیدا کرنے کی وہی قدرت عاجز ٹھہرائی جا سکتی ہے؟ لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو اس کے یہی معنی ہیں کہ افراد انسانی کا ظاہراً و باطناً مختلف ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ بلکہ سورۃ ہود کی آیت:

☆ بیع مقایضہ یہ ہے کہ : سامان کے بدلے سامان کی بیع ہو ☆

"ولو شآء ربک لجعل الناس امة واحدة ولا یزالون مختلفین ہ الامن رحم ربک ولذلک خلقھم" ۱۷۔یعنی اگر چاہتا تیرا رب تو بنا دیتا لوگوں کو ایک امت اور ہمیشہ مختلف رہیں گے مگر وہی جن پر رحم کرے تیرا رب اور اسی کے لیے پیدا کیا ہے ان کو۔

آخری الفاظ "اسی کے لیے پیدا کیا ہے ان کو" کی تفسیر میں مفسرین کا ایک گروہ تو یہی کہتا ہے کہ مراد اس سے انسانوں کا باہم مختلف ہونا ہے۔بیضاوی میں اس رائے کو نقل کرتے ہوئے لکھا "الضمیر ل الناس فالاشارة الی الاختلاف "یعنی خلقھم من ھم ضمیر کا مرجع الناس ہے اور ولذالک کا اشارہ ایسی صورت میں اختلاف کی طرف ہوگا۔۱۸

بہر حال جس طریقے سے بھی دیکھا جائے مشاہدہ اور تجربہ کی راہ سے ہو یا قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر حال میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ افراد انسانی کا اختلاف مصنوعی نہیں بلکہ قدرتی ہے۔بنانے والے نے آدمی کی ساخت ایسی ہی رکھی ہے کہ باہم ان کا مختلف ہوجانا ناگزیر تھا۔اس کے ازالہ کا خیال قدرت سے مقابلے کا خیال ہے۔البتہ اس قسم کی جبلی صفات کے مفاسد کے روکنے کی کارگر تدبیر ہمیشہ یہی رہی ہے کہ ازالہ نہیں بلکہ امالہ کر کے بجائے نقصان کے ان سے نفع اٹھایا جائے اور اسلام نے بھی یہی کیا ہے۔

اختلافات کا ازالہ نہیں بلکہ امالہ کر کے نفع اٹھایا گیا:

اس نے دین کے ایک حصے کو تو شیوع عام اور استفاضہ کی راہ سے لوگوں میں اس طرح پھیلا دیا کہ خود شریعت کے العیاذ باللہ غلط یا صحیح ہونے کا احتمال تو ان کے قلوب میں پیدا ہوسکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہیں لائے ہیں، لیکن یہ بات کہ جس حصے کو یہ کیفیت عطا کی گئی ہے وہ اس دین کے اجزاء ہیں جس کی تبلیغ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی 'اس کا انکار آدمی کے بس سے باہر ہے' مثلاً خود قرآن کا یا جو چیزیں اسلام کی اس راہ سے پہنچی ہیں جس راہ سے قرآن پہنچا ہے ان کا۔

البینات پر متفق، صرف غیر بیناتی مسائل میں اختلاف:

قرآن میں اس کا نام البینات رکھا گیا ہے' یعنی ان کا دین کے اجزاء وعناصر میں ہونا ایک ایسی کھلی بین

حقیقت ہے جس کا انکار عقل وفطرت کی حدود سے خارج ہے ان ہی البینات پر متفق ومتحد کر کے مسلمانوں کے اختلافی پہلو کا امالہ ان امور کی طرف کردیا گیا ہے جن کی حیثیت دین میں البینات کی نہیں ہے یعنی البینات میں متفق ومتحد ہوکر اگر غیر بیناتی مسائل میں اختلاف بھی پیدا ہوجائے تو اس اختلاف کو ایسا اختلاف نہیں قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ایک ٹولی دین سے یا ایک فرقہ کا مذہب دوسرے فرقے کے مذہب سے جدا ہوجاتا ہے۔اور یہی وہ بات تھی کہ ابتداء ہی سے یعنی عہد صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سے مسلمان ان امور میں مختلف ہوتے رہے لیکن اس اختلاف کو انہوں نے چنداں اہمیت نہیں دی اور یہ تو کبھی ہوا ہی نہیں کہ محض اس اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں کے کسی گروہ کو دوسرے طبقے سے جدا کیا گیا ہو بلکہ اس اختلاف میں افادے کے نت نئے پہلو مختلف دماغوں میں پیدا کرتے رہے اور سچ تو یہ ہے کہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مختلف اقالیم وامصار میں بزرگوں کے جن خداداد کمالات کا ظہور اسلام کے مختلف شعبوں میں ہوتا رہا اس کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے بروئے کار لانے میں ان اختلافات کا بھی حصہ ہے' ان ہی کی تحقیق وتفتیش' تنقید وتنقیح اور ان میں تطبیق وتوفیق وترجیح کی کوششوں کا ہی تو یہ نتیجہ ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی امامت وپیشوائی کا جلیل منصب جس پر وہ سرفراز ہوئے' اور اپنی جان کاہیوں کا حوصلہ جو اس دن ان کے سامنے آئے گا' جس دن ہر صاحب فضل کو عطا ہوگا' آج اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

سورہ ہود کی مذکورہ بالا آیت کے متعلق بعض ارباب نظر کی نظر جو یہاں پہنچی ہے جسے قاضی بیضاوی نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے ''او الیہ والی الحرمة'' 19 یعنی ذلک کے اسم اشارہ کا اشارہ اختلاف کی طرف بھی ہوسکتا ہے اور رحمت کی طرف بھی ہوسکتا ہے۔

تو جہاں تک حقیقتِ واقعہ کا تعلق ہے تو اس سے اس کی تائید ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ میلانات و رجحانات کے فطری اختلافات کے رخ کو ''البینات'' سے ہٹا کر جن لوگوں نے ''الدین'' کے غیر بیناتی حصہ کی تحقیق وریسرچ کی طرف پھیر دیا' ظاہر ہے کہ وہ انہیں اجتہاد وکوشش کے صلہ سے محروم نہیں کرسکتے' اور محروم کیا معنی ؟ خدا کی رحمتوں اور کرامتوں کے وہ مستحق نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا؟ بس کھلی ہوئی بات ہے کہ یہی اختلاف ان کے حق میں ذریعہ رحمت بن گیا اور یوں ''ذلک'' کے اسم اشارہ کا اشارہ اختلاف اور رحمت دونوں کی طرف صحیح ہوجاتا ہے۔

یہی وجوہ واسباب ہیں جن کی بنیاد پر سمجھا جاتا ہے کہ انسانی افراد کے باہمی اختلافات کے ازالے کی

کوشش دنیا کے جن مکاتب خیال میں چاہا جاتا ہے خواہ ان کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے یا زندگی کے کسی شعبہ سے ہو یہ ایک لاحاصل کوشش اور بے معنی سعی ہے بلکہ یہ نصب العین خود اس نصب العین کے غلط اور باطل ہونے کی دلیل ہے ضرورت جو کچھ بھی ہے وہ ازالہ کی نہیں بلکہ صرف امالہ کی ہے اور یہی تدبیر اسلام نے اختیار کی اور مسلمان ابتداء سے اس پر عمل پیرا رہے۔

اس مذہبی اختلاف کی جو تاریخ اسلام میں مرتب ہوئی ہے سنتے ہو کہ اس کے واقعات کیا ہیں خود امام مالک راوی ہیں: "قال لماحج المنصور قال عزمت علی ان آمر بکتابک هذا التی وضعته فتنسخ ثم ابعث الی کل مصر من امصار المسلمین فیهانسخة وآمرهم ان یعلموبمافیهاولایتعدوه الی غیره۔" ۲۰۔

عباسی خلیفہ منصور اور ہارون الرشید کا مالکی فقہ کو سرکاری مذہب قرار دینے کا ارادہ اور امام مالک کا اختلاف:

یعنی جب عباسی خلیفہ منصور نے حج کیا تو اس نے مجھ سے (یعنی امام مالک سے) کہا کہ "میں نے یہ پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ جو کتابیں آپ نے لکھی ہیں ان کی نقل کراؤں پھر مسلمانوں کے ہر ہر شہر میں انھیں بھیج کر یہ فرمان کردوں کہ لوگ انہی کتابوں کے مطابق عمل کریں ان کی حدود سے متجاوز ہوکر اور کوئی طریقہ اختیار نہ کریں۔"

امام مالک کو خود تو کیا خیال آتا ان سے اختلاف رکھنے والوں کے متعلق اس بادشاہ کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے اور پختہ ارادہ کی شکل اختیار کر چکا ہے اپنی عسکری اور سیاسی قوت میں غالباً روئے زمین پر اس وقت کا سب سے بڑا طاقتور بادشاہ تھا۔ اپنی سلطنت کے سارے وسائل وذرائع کو امام مالک کے قدموں پر اس لیے ڈال دیتا ہے کہ جو آپ سے اختلاف کرتے ہیں ان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا جائے اور جس تلوار کو امام مالک کے ہاتھ میں دے رہا تھا اگر لے لیتے تو کامیابی میں بھی شک وشبے کی گنجائش نہ تھی لیکن خلیفہ منصور کے اس ارادہ سے مطلع ہونے کے بعد امام صاحب نے جو جواب دیا وہ یہ تھا۔

"یاامیر المؤمنین لاتفعل هذا۔" ۲۱ اے مسلمانوں کے امیر! ہرگز ایسا نہ کیجیے۔"

کیوں نہ کیجیے خود ہی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان الناس قدسبقت الیھم اقاویل وسمعوااحادیث وروواروایات واخذ کل قوم منھم بماسبق الیھم وعملوابه ودانوابه من اختلاف الناس وغیرھم وان ردھم عمااعتقدوہ تشدید،فدع الناس وماھم علیه ومااختاراھل کل ھم علیه ومااختاراھل کل بلدھم لانفسھم۔"۲۲ یعنی مسلمانوں کے پاس دوسرے علماء کے اقوال بھی پہنچ چکے ہیں حدیثیں وہ سن چکے ہیں روایتیں روایت کر چکے ہیں لوگوں کے پاس بات پہلے پہنچ چکی ہے اس پر وہ عمل پیرا ہو چکے ہیں پس ہر آبادی کے باشندے جو باتیں اپنے لیے اختیار کر چکے ہیں ان ہی کے ساتھ لوگوں کو چھوڑ دیجیے۔

کہتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد منصور کے بعد عباسی حکومت کا جو تیسرا خلیفہ ہارون الرشید تھا وہ بھی حج کے سلسلے میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچتا ہے امام مالک سے اس کی بھی ملاقات ہوتی ہے خود امام مالک ہی اس کے راوی ہیں:

"وشاورنی ھارون الرشیدفی ان یتعلق المؤطافی الکعبة ویحمل الناس علی مافیه۔" یعنی ہارون الرشید نے مجھ سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ خانہ کعبہ میں المؤطا (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب لٹکادی جائے اور عام مسلمانوں کو اس کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ کیا جائے۔" جواب میں اس وقت بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا:

"لاتفعل فان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اختلفوافی الفروع وتفرقوافی البلدان وکل مصیب"۲۳ یعنی ایسا نہ کیجیے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اہل اسلام کے فروعی مسائل (یعنی البینات میں نہیں) باہمی اختلاف رکھتے تھے وہی لوگ مختلف آبادیوں میں پھیل گئے ان میں ہر ایک حق وصواب پر رہا۔

مطلب وہی تھا کہ اختلافات کی یہ شکل اسلام میں کوئی نئی چیز نہیں ہے نبوت کے صحبت یافتوں نے اس کے ازالہ کوشش نہیں کی بلکہ زیادہ تر اختلافات ان ہی کے اختلافات پر مبنی ہیں تو جس نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے خوانخواہ ہٹانے کی کیا ضرورت ہے۔

اور کچھ وہی اس معاملہ میں منفرد نہ تھے کچھ پہلے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے مختلف اقوال میں سے اس مذہبی اختلاف کے متعلق یہ الفاظ نقل کر چکا ہوں ان سے جب یہ خواہش کی گئی کہ مسلمانوں کو ایک ہی

مسلک پر کاش آپ بزور حکومت جمع فرمادیتے تو آپ نے جواب میں یہ کہتے ہوئے کہ مسلمانوں میں اگر یہ اختلافات نہ ہوتے تو یہ بات مجھے اچھی نہ لگتی' ممالک محروسہ میں یہ فرمان جاری فرمادیا تھا''لیقضی کل قوم بمااجتمع علیه فقهاءهم''۲۴۔ یعنی ہر جگہ کے لوگ اس کے مطابق فیصلہ کریں جس پر ان کے فقہاء ہیں۔

پس وہ تھا مسلمانوں کے اماموں کا رویہ ان مذہبی اختلافات کے متعلق' اور یہ تھا امراء سلاطین کا طرز عمل کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے مشورہ کے بعد امام مالک نے جو جواب دیا تو ہارون الرشید نے سن کر کہا: ''یااباعبدالله وفقک الله''۲۵۔ یعنی اے ابوعبداللہ (امام مالک کی کنیت ہے) خدا نے آپ کو توفیق فرمائی (جو یہ بات سمجھائی)۔

اور یہی میں کہتا چلا آ رہا ہوں کہ ہمارے عوام ہوں یا خواص' مذہبی پیشوا ہوں یا سیاسی زعماء' اس باب میں سب کا ایک خیال شروع میں بھی یہی تھا' درمیان میں بھی یہی رہا' لیکن نہ جاننے والوں کو کہاں تک سنایا جائے۔ حضرت امام شافعیؒ کے متعلق جو یہ واقعہ منقول ہے کہ:

''ولقدرایت فی بعض التواریخ عن الامام الشافعی رحمه الله انه زار الامام اباحنیفة ببغداد قال فادرکتنی صلاة الصبح وانا عند ضریحه فصلیت الصبح ولم اجهر بالبسملة ولا اقنت حیاء من ابی حنیفة''۲۶۔ یعنی جب امام ابوحنیفہ کے مزار کی زیارت کو تشریف لے گئے تو انہوں نے صبح کی نماز حضرت کے مزار شریف سے متصل ادا کی تو اس میں نہ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی اور نہ دعائے قنوت اور فرمایا امام ابوحنیفہ سے حیاء کرتے ہوئے ایسا کیا۔

تقریباً اسی قسم کی بات حنبلیوں کے امام احمد بن حنبل سے بھی منقول ہے' ان سے پوچھا گیا کہ وضو کے بعد جس کی نکسیر پھوٹی ہو یا اس نے حجامت (پچھنا) لگوایا ہو کیا اس کے پیچھے آپ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ باوجودیکہ امام احمد کا مذہب تھا کہ ان چیزوں سے یعنی خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے' لیکن صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ایک جماعت اس کی قائل نہ تھی جن میں سعید بن المسیب مدینہ کے افضل التابعین بھی ہیں' امام احمد نے جواب دیا:

''کیف لا اصلی خلف سعیدبن المسیب''۲۷۔

یعنی میں سعید بن المسیب کے پیچھے کیسے نماز نہ پڑھوں۔ خود براہ راست اسلام کے فقہی مکاتب فکر کے ان ائمہ کا ذاتی خیال قابل ملاحظہ ہے۔ مذہبی اختلافات کی ان شکلوں کے متعلق

کیا ہے، حنفیوں کے مشہور امام یعنی الامام الثانی قاضی ابو یوسف کے متعلق ہدایہ وغیرہ میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ عید کی نماز میں ہارون الرشید کے منشاء کے مطابق انہوں نے اپنے استاد امام ابوحنیفہ کے مسلک کو چھوڑ کر اس فتوی پر عمل کیا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، بلکہ کتابوں میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف مدینہ میں ہارون الرشید کے ساتھ تھے، اس زمانہ کے دستور کے موافق ہارون ہی کو امامت کے لیے آگے بڑھایا گیا، وضو کے بعد اس نے حجامت (پچھنے) کا عمل اپنے اوپر کرایا تھا جس میں خون نکلا تھا، حنفی مذہب کی رو سے وضو ٹوٹ گیا، لیکن امام مالک نے جو خون نکلنے سے وضو ٹوٹنے کے قائل ہی نہیں تھے اسی حال میں ہارون کو نماز پڑھانے کا فتوی دیا اور خود بغیر کسی تذبذب کے ہاتھ باندھ کر پیچھے کھڑے ہو گئے" **فصلی خلفه ولم یعد**" ابو یوسف نے ہارون کے پیچھے نماز پڑھی اور پھر اسے نہیں لوٹایا۔ ۲۸۔

اختلافات کی نوعیت اصولی اختلافات کی نہیں ہے:

یہی تو کہتا ہوں کہ خود امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن الشیبانی وغیرہم حضرات میں فقہ کے ہر باب میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں اگرچہ عوام میں مشہور کرا دیا گیا ہے کہ ان اختلافات کی نوعیت اصولی اختلافات کی نہیں ہے لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اصولی اختلافات یعنی دین کے "البینات" میں الحمدللہ ان بزرگوں میں قطعاً کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے، اختلافات جو کچھ بھی ہیں وہ مذہب کے صرف غیر بیناتی حصہ سے متعلق ہیں، پھر یہ کہنا کہ دوسرے ائمہ اور امام ابوحنیفہ میں اصولی اختلافات ہیں، صحیح نہیں، جس قسم کے اختلافات امام ابوحنیفہ اور امام شافعی میں نظر آتے ہیں بجنسہ اسی نوعیت کے اختلافات امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ میں بھی تقریبا شریعت کے ہر باب میں پائے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ میں اختلافات:

میرے نزدیک اس تاتاری عالم علامہ ہارون شہاب الدین المرجانی کی یہ تنقید جو قول مشہور پر انہوں نے کی ہے بالکل صحیح ہے اور واقعات کے مطابق ہے، ان کی کتاب "ناظورۃ الحق" سے مولانا عبدالحئ فرنگی محلی مرحوم نے "النافع الکبیر" میں نقل کیا ہے:

"لیت شعری مامعنی قولهم ان ابایوسف و محمدو زفروان خالفوا اباحنیفة فی بعض الاحکام

لکنھم یقلدونہ فی الاصول ماالذی یریدون بہ۔۲۹۔

یعنی کچھ سمجھ نہیں آتا کہ لوگوں کا اس سے کیا مطلب ہے کہ ابو یوسف' محمد اور زفر نے بھی اگر چہ امام ابوحنیفہ سے بعض احکام میں اختلاف کیا ہے لیکن یہ لوگ امام ابوحنیفہ کی اصول میں تقلید کرتے ہیں۔

پھر خود ہی المرجانی نے بسط و تفصیل سے مختلف شواہد و نظائر کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ اختلاف کی ان دو قسموں میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے' اس لیے ان کا خیال ہے کہ امام شافعی و مالک وغیرہم حضرات کو جس طرح امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں مجتہد سمجھا جاتا ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ امام ابو ابو یوسف و محمد وغیرہم کو بھی اجتہاد مطلق کے اس منصب سے اتار کر مجتہد مقلد ٹھہرایا جائے۔ آخر میں انھوں نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ لوگ امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے اس لیے اپنے آپ کو تلامذہ امام ابوحنیفہ ہی کی طرف منسوب کرتے رہے اسی لیے کسی مستقل مکتب خیال کی حیثیت سے ان کے نظریات مجتہدات نے شہرت حاصل نہیں کی ورنہ بقول ان کے:

"لوانھم اولعوبنشرارائھم بین الخلق لکان کل ذلک مذھباًمنفرداًعن مذھب ابی حنیفہ۔۳۰ یعنی اگر یہ لوگ (تلامذہ امام) بھی عام لوگوں میں اپنی آراء کی اشاعت کی طرف متوجہ ہو جاتے تو ان کا بھی ایک مستقل مذہب امام ابوحنیفہ کے مکتب خیال سے جدا ہوتا۔

بہر حال یہی واقعہ ہے اور اسی کے ساتھ ہم یہ بھی جانتے ہیں جیسا کہ آئندہ تفصیل سے معلوم ہوگا کہ حنفی مذہب کی تدوین ماہرین کی ایک باضابطہ "مجلس شوریٰ" نے کی ہے جس میں گویا صدر کی حیثیت امام ابوحنیفہ کی تھی اور ان کے تلامذہ جو مختلف علوم و فنون کے مستند ماہرین میں سے تھے ان کی حیثیت ارکان کی تھی' سب جانتے ہیں کہ کتابوں میں امام کی رائے کے ساتھ ساتھ ان کے تلامذہ کے اختلاف آراء جو نقل کیے جاتے ہیں یہ وہی اختلافات ہیں جن کے اظہار کی آزادی اسی مجلس میں ہر رکن کو حاصل تھی' صدر کی رائے کے ساتھ متفق ہونے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا تھا اسی لیے جن امور میں امام سے ان کے شاگردوں کو اختلاف باقی رہتا تھا وہ مجلس کی یادداشت میں اختلافی نوٹ کی حیثیت سے التزاماً درج کیا جاتا تھا' آئندہ معلوم ہوگا کہ شوریٰ کی مجلس میں بحث و تمحیص' سوال و جواب' اعتراض و تنقید کی کتنی آزادی ہر ایک کو حاصل تھی' اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مذہبی مسائل کے اختلافات کی نوعیت امام اور ان کے شاگردوں کی نگاہ میں کیا تھی' اپنی رائے سے اختلاف رکھنے والوں کو اگر یہ لوگ العیاذ باللہ دین کے دائرے سے انحراف کرنے والوں میں شمار کرتے تو ان تعلقات کا باہم ان میں

☆ بیع تعاطی: بیع (ایجاب قبول کیے بغیر قیمت دے کر مبیعہ لے لینا) ☆

باقی رہنا کیا ممکن تھا۔

ہر اختلاف کرنے والا (صاحبِ علم) حق پر ہے:

میرا مطلب یہ ہے کہ ''البینات'' کے سوا جن کی تفصیل گزر چکی اور بتایا جاچکا ہے کہ شروع سے ان کی تبلیغ واشاعت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانشینوں نے ایک ایسا طریقہ اختیار فرمایا کہ مذہب اسلام کے عناصر واجزاء میں ان کا ہونا اتنا بدیہی اور بین حقیقت بن چکی ہے' کہ اسلام کے ساتھ جزئیت کا جو تعلق ان کا ہے اس کے ماننے پر وہ بھی مجبور ہیں جو سرے سے اسلام ہی کو نہیں مانتے' اسی لیے اسلام کے اس حصہ میں اختلاف ڈالنے والوں کا حال تو اور ہے جن کا حال آگے بیان ہوگا لیکن میں مذہب کے جن اختلافات کا تذکرہ اس وقت کررہا ہوں ان کے متعلق آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان اختلافات کے متعلق ایک دو نہیں اسلام کے ائمہ اور علماء کی اکثریت کا یہ خیال ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اختلافات کرنے والوں میں سے کسی کو برسر غلطی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ ان میں ہر ایک حق پر اور مذہباً وہ راہ صواب پر تھے جس کا دوسرا مطلب یہی ہوا کہ مطلق نفی واثبات کے جس تناقض کو محال قرار دیتی ہے اختلافات کے مسئلہ میں سارے علماء وائمہ کی رواداری گویا یوں سمجھنا چاہیے کہ اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ منطق کے اس قاعدہ کی پرواہ بھی گویا ان کے نزدیک ضروری نہیں قرار دی گئی' اور یہ رائے کچھ غیروں کی تالیوں اور اپنوں کی گالیوں سے متاثر ہوکر نہیں قائم کی گئی ہے بلکہ اس رائے کی تاریخ اس قدر قدیم ہے جتنی قدیم خود اسلام کے مذہبی اختلافات کی ہے۔

اختلافات پر نفی اور اثبات کا قاعدہ کبھی متعلق نہیں ہوتا'

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی کتاب ''عقد الجید'' میں یہ ارقام فرمانے کے بعد کہ:

''اختلفوا فی تصویب المجتھدین فی المسائل الفرعیة التی لاقاطع فیھا ھل کل مجتھد فیھا مصیب او المصیب فیھا واحد'' ۳۱۔ یعنی ان دینی مسائل کے متعلق جن کی کوئی قطعی دلیل نہیں پائی جاتی' ائمہ مجتہدین میں جو اختلاف ہے خود اس اختلاف کے متعلق بھی یہ اختلاف ہے کہ جتنے مجتہدین ہیں آیا سب حق پر ہیں یا حق پر ان میں سے کوئی ایک ہی ہوسکتا ہے' یہ جواب دیتے ہیں:

''قال بالاول الشیخ ابو الحسن الاشعری والقاضی ابو بکر وابو یوسف ومحمد بن الحسن

☆ بیع بضربة القانص: شکار کا ایک یا دو مرتبہ جال پھینکنے کو فروخت کرنا۔ (ھدایہ)

۳۲۔ یعنی پہلی بات یعنی ان میں سے ہرایک حق پر ہے یہ قول ابوالحسن الاشعری' قاضی ابوبکر باقلانی' ابو یوسف اور محمد بن الحسن رحمہم اللہ تعالی کا ہے۔

اور یہ چند اشخاص کے نام ہوئے اگر چہ ہر نام کسی امام ہی کا ہے۔آگے فرماتے ہیں:

"ونقل عن جمهور المتكلمين من الاشاعرة والمعتزلة"۳۳۔

یعنی یہی بات جمہور متکلمین سے بھی نقل کی گئی ہے خواہ یہ متکلمین اشاعرہ سے ہوں یا معتزلہ سے ہوں۔

رہ گئی یہ بات کہ نفی واثبات کے قانون کی خلاف ورزی جو لازم آتی ہے شاہ صاحب نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب میں اس کا جواب دیا ہے' خواہ یہ بات بظاہر کتنی ہی دشوار معلوم ہوتی ہو' لیکن بہ ادنی تامل یہ واضح ہوسکتا ہے کہ اس قسم کے اختلافات پر نفی اثبات والا قاعدہ چسپاں ہی نہیں ہوتا کیونکہ ایسے اختلافات یا تو ان حدیثوں کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ ''خبر الخاصۃ'' مروی ہیں۔اور اس میں کوئی دشواری نہیں ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی کرتے تھے اور وہ بھی کرتے تھے مثلا رفع الیدین یعنی رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کا جو مسئلہ ہے اس میں کیا خرابی ہے اگر مانا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی نہیں۔

اختلاف ان مسائل کے متعلق بھی نہیں تھا کہ سنت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل کیا تھا' جب دونوں ہوسکتا ہے تو سنت ہونے میں دونوں ہی برابر ہوئے پس نفی اور اس بات کی مطابقت رکھتے ہیں لہذا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ باوجود سنت ہونے کے اصل کیا ہے؟ مگر نفس سنت ہونے کا جو دعوی تھا' اس کی حد تک تو دونوں باتیں صحیح ہیں' مگر اختلافات کا دوسرا قصہ ان اجتہادی مسائل میں پیدا ہوتا ہے جن کی صراحت نصوص میں نہیں پائی جاتی اور نصوص کو دیکھ کر ارباب فکر ونظر وصاحبان علم وبصیرت نے بطور استنباط نتائج کے ان کو پیدا کیا ہے؟ پھر ان کی مثال کیا ہوئی؟ قانون کی ایک کتاب دو ضلعوں کے دو مختلف حاکموں کے سپرد کی جاتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ ایسے واقعات جن کے متعلق احکام کی تصریح قانون کی اس کتاب میں نہ ملے تو کتاب کے قوانین مذکورہ کو پیش نظر رکھ کر ان ہی کی روشنی میں چاہیے کہ ہر حاکم حکم لگائے اور فیصلہ دے' ایک ہی قسم کی فرض کیجیے کہ دونوں حاکموں کے سامنے کوئی ایسی صورت پیش ہوئی جس کا صراحتاً حکم قانون کی اس کتاب میں موجود نہ تھا دونوں نے کامل غور وخوض اور انتہائی نظر وفکر سے کام لے کر امانتداری کے تمام احساسات

کو بیدار رکھتے ہوئے فیصلہ کیا' اتفاقاً ایک کا فیصلہ دوسرے سے مختلف ہوجائے اور ایسا ہوجانا نہ صرف ممکن بلکہ ہوتا ہی رہتا ہے تو سوال یہ ہے کہ دونوں میں ایک کو برسر غلطی قرار دینا کیا خود غلطی نہیں ہے؟ غیر شرعی قوانین میں حکومت کے منشاء کے مطابق ہونا بھی کسی فیصلہ کی صحت کا جیسے معیار ہے اسی طرح شرعی قوانین میں حق تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق اجتہادی احکام کا ہونا بھی ان کا صدق وصواب ہے' امروحکم کی جنہیں اجازت شریعت نے عطا کی' انہوں نے اجتہاد کے فرائض کی پابندی کرتے ہوئے اگرچہ اجتہاد کیا ہے تو جو نتیجہ وہ پیدا کریں گے وہی شریعت کا منشاء قرار دیا جائے گا اور اجتہادی احکام کے حق وصواب ہونے کے یہی معنی ہیں' باقی حدیثوں میں جو حاکموں کے فیصلوں کے متعلق آیا ہے کہ وہ کبھی صحیح بھی ہوسکتے ہیں اور کبھی غلط بھی' ان کا تعلق اجتہادی احکام سے نہیں ہے بلکہ واقعات پر شرعی احکام کو منطبق کرنے کا کام حاکم جو کرتا ہے اس حدیث کا اسی سے تعلق ہے مثلاً چوری کے الزام کے ساتھ ایک شخص حاکم اور قاضی کے پاس پیش ہوا' چور کو کیا سزا دی جائے اس کا حکم صراحتاً قرآن مجید میں موجود ہے اس لیے سزا کی تجویز کے لیے اجتہاد کی ضرورت نہیں' البتہ وہ چور ہے یا نہیں یہ واقعہ کی تحقیق کا کام ہے اور اس میں دونوں باتیں صحیح نہیں ہوسکتیں یعنی وہ چور ہو بھی اور نہ بھی ہو' مجتہد کبھی غلطی کرتا ہے اور کبھی نہیں' اس حکم کا تعلق اجتہاد کی اسی قسم سے ہے ورنہ مسائل اجتہاد میں یہ واقعہ کی مطابقت صرف اس قدر ہے کہ مجتہد نے یعنی اس شخص نے یہ فیصلہ کیا ہے جس کا فیصلہ ہی شریعت کا منشاء ہے' بہرحال مجھے تو اس وقت صرف یہ بتانا تھا کہ مذہب کے جس اختلاف پر آج ہر جگہ واویلا مچا ہوا ہے' جن لوگوں میں اختلاف تھا وہ اس کے متعلق اتنا اختلافی واتفاقی نقطہ نظر رکھتے تھے' آخر اگر ایسا نہ ہوا ہوتا بلکہ ائمہ مجتہدین اپنے سوا دوسرے کے خیال کو غلط سمجھتے تو کیا یہ ممکن تھا امام ابوحنیفہ کی قبر کے خیال سے امام شافعی دین کے ایک صحیح مسئلہ کو چھوڑ کر اسی طریقہ عمل کو اختیار کرتے جو ان کے نزدیک غلط یعنی دین نہ تھا؟ یا امام مالک دودو دفعہ موقع ملنے کے باوجود ان مسلمانوں کو جو ان کے فقہی نتائج سے مختلف تھے ان کو غیر شرعی اور دیناً ان کے نزدیک جو غلط زندگی تھی اس پر باقی رہنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ خلیفہ وقت کو غلطی کی اصلاح سے روک سکتے تھے ''مالکم کیف تحکمون'' کوئی توجیہ ان بزرگوں کے اس طرز عمل کی اس کے سوا نہیں ہوسکتی کہ وہ سب ہی حق وصواب سمجھتے تھے' شاید یہی بنیاد ہے غالباً مشہور امام سفیان ثوری کے اس قول کی' کہ وہ مذہب کے ان اختلافات کو اختلاف کے لفظ سے تعبیر بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

☆خیار عیب: خرید کردہ چیز کو کسی عیب نکلنے کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار رکھنا☆

سفیان ثوریؒ کا اصلاحی مشورہ' علماء نے اختلاف نہیں کیا بلکہ گنجائش پیدا کی:

"قال سفیان الثوری لاتقولوا اختلف العلماء فی کذا وقولوا قدوسع العلماء علی الامة بکذا۔"یعنی سفیان ثوری کہتے تھے کہ علماء نے فلاں مسئلہ میں اختلاف کیا نہ کہا کرو بلکہ اس کو یوں ادا کرو کہ امت کے لیے علماء نے یہ گنجائش پیدا کی۔

کاش! امام ثوری کا یہ پاکیزہ اصلاحی مشورہ مان لیا جاتا اور بجائے "اختلفوا" کے "توسعوا" یا اس کے ہم معنی الفاظ کے استعمال کا امت میں رواج ہوجاتا تو اختلاف کے لفظ اور صرف لفظ سے دنیا اور دنیا کیا' حد یہ ہے کہ خود مسلمان جس مغالطہ میں ہے یا کردیے گئے ہیں وہ شاید پیدا نہ ہوتا۔

کسی بھی زمانہ میں اختلافات واقعتا نہ تھے:؟

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی اختلافات اوران اختلافات سے پیدا ہونے والی فرقہ بندیوں کے شور سے آج آسمان کو جو سر پہ اٹھالیا گیا ہے باور کرایا گیا اور کربھی لیا گیا کہ اسلام کی تاریخ میں شاید کوئی ایسا زمانہ گزرا ہو جس میں ہفتاد و دوملت والی جنگ میں ملت اسلامیہ مبتلا نہ رہی ہو' سمجھا جاتا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے ایسا واقعہ جس کی تصدیق ہمیشہ مشاہدہ سے ہوتی رہی اور ہورہی ہے' اب میں لوگوں سے کیا کہوں جس چیز کو وہ واقعہ کہہ رہے ہیں' دعوی کررہے ہیں کہ مشاہدہ اس کا علم ان کے اندر پیدا کررہا ہے میرا حال اس سے بالکل مختلف ہے۔

سب جانتے ہیں کہ ایک مدت تک' اس وقت تک جب تک کہ مسلمانوں میں یونانی اور اسکندرانی' ہندی وایرانی زبانوں کے علوم وفنون ان کے تراجم کی راہ سے منتقل ہوکر نہیں پہنچے تھے ان کے عوام ہوں یا خواص مذہب کے "البیناتی" عناصر اجزاء کے متعلق کسی قسم کا اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں ان کا جو کچھ بھی اختلاف تھا وہ ان ہی امور کی حد تک محدود تھا جن کے اختلاف کا اختلاف نام رکھنا بھی شاید صحیح نہیں بلکہ سب حق پر ہیں سب راہ صواب پر ہی چل رہے ہیں' یہی سمجھتا تھا۔

امام ابوحنیفہ سے شوافع کی عقیدت:

یہی وجہ تھی کہ امام شافعی چونکہ رفع الیدین کرتے تھے کسی حنفی کے دل میں قطعاً کسی زمانہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا دوسہ نہیں آیا کہ ان کے دین میں کسی قسم کی کوئی کمی تو نہیں ہوگی' وہ اس تصور سے

☆ خیار رؤیت: بغیر دیکھے کوئی چیز کردیکھنے کے وقت واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

بھی عاجز تھے کہ امام شافعی کی ولایت اور ان کے ان مدارج میں شک کریں جن کے مستحق امت کے اولیاء وصلحاء سمجھے جاتے ہیں اور جہاں تک میں جانتا ہوں یہی نسبت شوافع کو امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ راشدین سے ہے' قبرابی حنیفہ پرامام شافعی کے اس طرز عمل کے سوا امام ابوحنیفہ کے ساتھ شوافع کی عقیدت کی یہ انتہا ہے کہ امام عبدالوہاب شعرانی جو مسلکاً ایک شافعی عالم ہیں لیکن اپنی کتاب ''میزان الکبری'' میں ارقام فرماتے ہیں:

شافعی عالم امام شعرانی کی امام ابوحنیفہ کے بارے میں وسیع النظری:

''انھم کلھم علی ھدی من ربھم' وانه ماطعن احدفی قول من اقوالھم الالجھله به ام من دلیله وامامن حیث دقةمدارکه علیه'' ۳۴۔

یعنی تمام ائمہ سیدھی راہ پر ہیں اپنے رب کی طرف سے اوران بزرگوں میں سے کسی پر طعن وہی کرسکتا ہے جو ان کے مسلک کی دلیل سے ناواقف ہو یا جہاں سے بات آئمہ کی سمجھ میں آئی ہو وہ بہت نازک اور دقیق ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ان کے الفاظ یہ ہیں:

''لاسیماالامام الاعظم ابو حنیفه ای نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنه الذی اجمع السلف والخلف علی کثرة علمه وورعه وعبادته ودقةمدارکه واستنباطه وحاشاه رضی اللہ عنه من القول فی دین اللہ بالرای الذی لایشھدله ظاھر کتاب ولاسنة۔ ۳۵۔

یعنی خصوصاً امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت جن کی علم کی کثرت اور پارسائی' عبادات اور ان کے عملی مدارک کی نزاکت اور استنباط پر اگلوں اور پچھلوں کا اتفاق ہے۔امام ابوحنیفہ کی ذات اس الزام سے بری ہے کہ اللہ کے دین میں کوئی ایسی بات کہی ہو جس کی شہادت کتاب وسنت کے ظاہر نصوص میں نہ ملتی ہو۔ پھر امام شعرانی نے چندسطروں کے بعد یہ بھی لکھا ہے:

''ومذھب الامام ابی حنیفه اول المذاھب تدویناًوآخرھاانقراضاً کماقاله بعض اھل الکشف قداختاره اللہ تعالی اماماًلدینه وعباده ولم یزل اتباعه فی زیادة فی کل عصر الی یوم القیامة'' ۳۶۔

یعنی مدون ہونے کے لحاظ سے تمام مذاہب اور فقہی مکاتب خیال میں پہلا مذہب امام ابوحنیفہ ہی کا ہے اور ختم ہونے کے لحاظ سے بھی آخری مذہب امام ابوحنیفہ ہی کا ہے' جیسا کہ بعض ارباب کشف

☆شیخین: فقہ میں شیخین سے مراد امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف ہیں (رحمہا اللہ تعالی) ☆

نے کہا ہے'اللہ تعالی نے امام ابوحنیفہ کو اپنے دین کی پیشوائی کے لیے چن لیا ہے اور اپنے بندوں کا انہیں امام بنایا ہے ان کے ماننے والے ہر زمانے میں بڑھتے چلے جائیں گے قیامت کے دن تک۔

ایک شافعی عالم کا اس کشف کو بغیر کسی تنقید کے نقل کرنا کہ امام ہی کا مذہب سب سے آخر میں رہ جائے گا اور دنیا اس پر ختم ہوگی جو ان کے کلام کا حاصل ہے'اس وسعت دلی کا کتنا بڑا ثبوت ہے جو مذہبی اختلافات کے باوجود عالم اسلام میں پائی جاتی تھی۔

حنبلی المسلک شیخ عبدالقادر جیلانی' شافعی المسلک امام غزالی اور حنفی المسلک مجدد الف ثانی سے سب کو عقیدت:

جو نہ دیکھنا چاہتے ہوں تو انہیں کوئی نہیں دکھا سکتا' لیکن سارے جہان کے مسلمانوں میں عظمت واحترام کا جو مقام عالی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو حاصل ہے اس سے کون واقف نہیں' حنفی ہوں یا شافعی مالکی ہوں یا حنبلی' غوث اعظم کا لفظ کس کی زبان پر جاری نہیں حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضرت والا مسلکاً حنبلی تھے اور ایک وہی کیا شافعی المسلک غزالی اگر حجۃ الاسلام ہیں' رازی شافعی اگر امام ہیں تو سب کے امام ہیں اور ''نیست پیغمبر ولی دارد کتاب'' والے رومی کو چونکہ وہ حنفی تھے اس لیے اس خطاب کا مستحق کیا' صرف حنفی مسلمان ہی سمجھتے ہیں' مجدد فاروقی کو اسلامی دنیا کے جس جس حصہ میں مجدد تسلیم کیا گیا ہے ان کے متعلق یہ بات صرف حنفی مسلمان ہی تک اس لیے محدود ہے کہ نسبتاً اپنی حنفیت پر انہیں زیادہ اصرار تھا۔

خدا ایک' کتاب ایک' قبلہ ایک:

بحمداللہ آج دنیا میں ایک ارب تک کی تعداد ان انسانوں کی بتائی جاتی ہے جن میں دینی برادری اور اخوت کا رشتہ قائم کر کے ان کو ایک ایسی امت کی شکل میں اسلام نے بدل دیا ہے جن کا خدا ایک ہے' نبی ایک ہے' کتاب ایک ہے اور آپ غور نہیں کرتے ورنہ نظر آتا کہ فرقہ بندیوں کے لحاظ سے بھی ان کی اکثریت غالبہ شدیدہ صرف ایک ہی فرقہ کی شکل میں پائی جاتی ہے۔

حواشی

۱۔ردالمحتار علی الدرالمختار ۶: ۴۵۳ کتاب الاشربہ' دارالفکر للطباعہ والنشر بیروت۔

۲۔الموافقات فی اصول الفقہ ۴: ۱۲۵ دارالمعرفۃ بیروت۔

☆ صاحبین: فقہ میں صاحبین سے مراد امام ابویوسف وامام محمد ہیں۔(رحمہا اللہ تعالی) ☆

۳۔الموافقات فی اصول الفقہ ۴:۱۲۵دارالمعرفۃ بیروت۔
۴۔سرخ اونٹ عرب محاورہ تھامراداس سے ایسی چیز لیتے تھے جس سے زیادہ بہتراورقیمتی شے دنیامیں دوسری نہ ہو۔
۵۔الموافقات فی اصول الفقہ ۴:۱۲۵دارالمعرفۃ بیروت۔والاعتصام للعلامۃ الشاطبی ۲:۱۰۷المکتبۃ التجاریۃ الکبری القاہرۃ۔
۶۔سنن الدارمی ۱:۱۵۹باب اختلاف الفقہاء دارالکتاب العربی بیروت۔
۷۔الموافقات فی اصول الفقہ ۴:۱۲۵دارالمعرفۃ بیروت۔
۸۔سنن الدارمی ۱:۱۵۹باب اختلاف الفقہاء رقم ۶۲۸ دارالکتاب العربی بیروت۔
۹۔سنن الدارمی ۱:۱۵۹باب اختلاف الفقہاء رقم ۶۲۸ دارالکتاب العربی بیروت۔
۱۰۔عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۲:۵۶داراحیاء التراث العربی بیروت۔والموافقات فی اصول الفقہ ۴:۱۶۱دارالمعرفۃ بیروت۔وجامع بیان العلم وفضلہ ۲:۶۴دارالکتب العلمیۃ بیروت۔والفقیہ والمتفقہ لابی بکرالخطیب البغدادی ۲:۴۰دارابن الجوزی السعودیۃ۔والاحکام فی اصول الاحکام ۶:۱۶۳دارالحدیث القاہرۃ۔
۱۱۔میزان الاعتدال فی نقدالرجال لشمس الدین الذہبی ۳:۲۲۱دارالکتب العلمیۃ بیروت۔والموافقات فی اصول الفقہ ۴:۱۶۲دارالمعرفۃ بیروت۔سیراعلام النبلاء ۶:۱۳۴مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔
۱۲۔الموافقات فی اصول الفقہ ۴:۱۶۲دارالمعرفۃ بیروت۔
۱۳۔الموافقات فی اصول الفقہ ۴:۱۶۲دارالمعرفۃ بیروت۔
۱۴۔آداب الفتوی للامام النووی ص ۱۵ دارالفکر دمشق
۱۵۔الاعتصام للشاطبی ۲:۲۳۱المکتبۃ التجاریۃ الکبری القاہرۃ
۱۶۔المعجم الاوسط ۵:۲۳۴رقم ۵۱۷۹دارالحرمین القاہرۃ۔ومسندالشامیین للطبرانی ۲:۲۸۲عبدالعزیزعن شہربن حوشب رقم ۱۳۴۵مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۷۔سورہ ھودآیت :۱۱۹،۱۱۸
۱۸۔انوارالتنزیل واسرارالتاویل للبیضاوی ۳:۱۵۲داراحیاءالتراث العربی بیروت
۱۹۔تفسیرالبیضاوی ۳:۲۶۹دارالفکربیروت۔
۲۰۔کشف المغطا فی فضل الموطا ص ۲۶ دارالفکربیروت۔
۲۱۔کشف المغطا فی فضل الموطا ص ۲۶ دارالفکربیروت۔
۲۲۔ایضا
۲۳۔التعلیق المجد علی موطا محمد ۱:۸۹دارالقلم دمشق ۔والحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ ص ۱۶۱دارالکتب العلمیۃ

☆طرفین: فقہ میں طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ وامام محمد ہیں۔(رحمہا اللہ تعالی)☆

بیروت۔الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہی عبارت امام ابونعیم کی''حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ۶:۳۳۲دارالکتاب العربی'بیروت۔میں بھی موجود ہے۔

۲۴۔سنن الدارمی ۱:۱۵۹باب اختلاف الفقھاء'رقم ۶۲۸دارالکتب العربی بیروت۔

۲۵۔حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء۶:۳۳۲دارالکتاب العربی بیروت۔

۲۶۔الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ'المؤلف:عبدالقادر بن محمد بن نصراللہ القرشی ۲:۴۳۳میرمحمد کتب خانہ کراتشی

۲۷۔مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ ۲۳:۵۷دارالوفاء۔

۲۸۔ایضا

۲۹۔النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر'ص ۳حیدرآباددکن۔

۳۰۔النافع الکبیر'ص ۴حیدرآباددکن۔

۳۱۔عقدالجید فی احکام الاجتھادوالتقلید'ص ۵المطبعۃ السلفیۃ القاھرۃ۔

۳۲۔ایضا۔

۳۳۔ایضا

۳۴۔میزان الشریعۃ الکبری'ص ۶۰مطبعۃ الازھریۃ'القاھرۃ۔

۳۵۔میزان الشریعۃ الکبری'ص ۶۰مطبعۃ الازھریۃ'القاھرۃ

۳۶۔میزان الشریعۃ الکبری'ص ۶۲مطبعۃ الازھریۃ'القاھرۃ۔